HABIBIA ISLAMICUS
(The International Journal of Arabic &Islamic Research) (Quarterly) Trilingual (Arabic, English, Urdu) ISSN:2664-4916 (P) 2664-4924 (E)
Home Page: http://habibiaislamicus.com
Approved by HEC in Y Category
Indexed with: IRI (AIOU), Australian Islamic Library, ARI, ISI, SIS, Euro pub.
PUBLISHER HABIBIA RESEARCH ACADEMY
Project of **JAMIA HABIBIA INTERNATIONAL,** Reg. No: KAR No. 2287 Societies Registration Act XXI of 1860 Govt. of Sindh, Pakistan.
Website: www.habibia.edu.pk,
This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

TOPIC:

CRITICISM OF ISRAELI RIWAYAT IN TAFSEER MAWAHIB-UR-RAHMAN

"تفسیر مواہب الرحمٰن" میں اسرائیلی روایات پر نقد و جرح کا عمل

AUTHORS:

1- *Hafiz Abu Bakar Siddique, PhD Scholar, Dept of Islamic Studies,GIFT University, Gujranwala. Email ID: sidiquea55@gmail.com, Orcid ID: https://orcid.org/0000-0002-8601-2453*
2- *Dr. Hafiz Muhammad Waseem Abbas, Assistant Professor, Department of Islamic Studies, GIFT University, Gujranwala. Email: waseem.abbas@gift.edu.pk Orcid ID: https://orcid.org/0000-0003-2229-8023*
3- *Hafiz Tahir Mahmood, PhD Scholar, Dept of Islamic Studies, GIFT University, Gujranwala. Email:tahirhafiz6789@gmail.com Orcid ID:https://orcid.org/0000-0002-0294-9223*

How to Cite: *Siddique, H. A. B., Abbas, H. M. W., & Mahmood, H. T. (2022). URDU 1 CRITICISM OF ISRAELI RIWAYAT IN TAFSEER MAWAHIB-UR-RAHMAN: " تفسیر مواہب الرحمٰن" میں اسرائیلی روایات پرنقدوجرح کاعمل. Habibia Islamicus (The International Journal of Arabic and Islamic Research), 6(1), 1-18. https://doi.org/10.47720/hi.2022.0601u01*
URL: *https://habibiaislamicus.com/index.php/hirj/article/view/206*
Vol. 6, No.1 || January –March 2022 || P. 1-18
Published online: 2022-03-30

QR. Code

CRITICISM OF ISRAELI RIWAYAT IN TAFSEER MAWAHIB-UR-RAHMAN

"تفسیر مواہب الرحمٰن" میں اسرائیلی روایات پر نقد وجرح کا عمل

Hafiz Abu Bakar Siddique,　Hafiz Muhammad Waseem Abbas,　Hafiz Tahir Mahmood

ABSTRACT:
The Holy Quran is the most sacred scripture bestowed by Allah Almighty upon his beloved Prophet Muhammad (PBUH). Syed Amir Ali Malihabadi is a Qur'anic commentator. Syed Amir Ali Malihabadi has included Israeli traditions in his "Tafsir Mohib-ur-Rehman". He warned the public that some Isra'iliyyat (اسرائیلیات) were against the Qur'an and hadith. Israeli riwayat (اسرائیلی روایات) that are against Islamic teachings have been clarified by the Qur'an, Hadith and rational arguments. "Tafsir Mohib-ur-Rehman" is included in the Syllabus of Maddaris and being taught for the last many years. Therefore, it was felt necessary to highlight some of the Isra'iliyyat (اسرائیلیات) in this commentary so that people could know their reality.

KEYWORDS: *Holy Quran, Tafseer, Syed Amir Ali, Mawahib-ur-Rehman,*

ابتدائیہ: "اسرائیلیہ" کی جمع "اسرائیلیات" ہے، یہودیت کی اپنی دینی ثقافت ہے اور عیسائیت کی اپنی مستقل ثقافت، ایک کا محور تورات ہے تو دوسری کا سرچشمہ انجیل، ظہور اسلام کے بعد بہت سارے یہود ونصاریٰ مشرف بااسلام ہوئے۔ قرآن مجید میں سابقہ انبیاءؑ کے احوال، سابقہ امتوں کے اخبار وواقعات اور کچھ دیگر ایسی چیزیں مذکور ہیں جو تورات وانجیل کا بھی موضوع رہی ہیں۔ جبکہ قرآن کریم میں ان واقعات کو مجملاً اور تورات وانجیل میں تفصیلا بیان کیا گیاہے۔ اہل کتاب جب اسلام میں داخل ہوئے تو اپنی سابقہ ثقافت، معاملات اور انبیاء کے حالات وواقعات جو کتب سابقہ میں موجود تھے، ہمراہ لیتے آئے۔ یہ لوگ اپنی کتب سابقہ اور ثقافت دینیہ کی روشنی میں قرآن مجید کے مجملات کی تفصیلات بیان کیا کرتے تھے، اس طرح کی روایات کو تفسیری ادب میں "اسرائیلیات" کہا جاتا ہے [1]۔اس سے وہ تمام واقعات اور قصص مراد لئے جاتے ہیں جو اسرائیلی ذرائع سے روایات کئے جاتے ہیں [2]۔

اسرائیلیات کو عموما من گھڑت اور موضوع روایات کہی جاتی ہیں حالانکہ اصل میں اسرائیلیات کی تین اقسام ہیں۔ پہلی جو رسول اللہ ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہوں جیسا کہ صحیح بخاری کتاب الاجارہ۔باب من استاجر اجیر افترک اجیرہ میں غار والوں کا واقعہ ایسی روایات قابل مقبول مستند ہیں۔ دوسری قسم وہ اسرائیلی روایات جو صریحا قرآن وحدیث کے متضاد ہو بالکل مردود ہیں۔ تیسری قسم وہ اسرائیلی روایات جن کے سچے، جھوٹے ہونے کا کوئی ثبوت نہ ہو اس کے بارے حدیث ہے" حدثواعن بنی اسرائیل ولا حرج "[3]

قرآن مجید ایک جامع کتاب ہے ہر دور میں ماہرین نے تفسیر لکھتے ہوئے جن روایات سے استفادہ کیا گیا ان میں اسرائیلی راوایات بھی ہیں [4] اسرائیلی روایات کے بارے میں اساسی طور پر سید امیر علی ملیح آبادی رحمۃ اللہ علیہ [5] نے وہی مؤقف اختیار کیا جو اسلاف مفسرین، امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا تھا، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ چونکہ "تفسیر مواہب الرحمٰن" کی ماٰخذ تفاسیر تفسیر ابن کثیر، معالم التنزیل، سراج المنیر وغیرہم سے منقولات کے ذیل میں اسرائیلی روایات کا بھی ایک کافی حصہ نقل کیا گیاہے. تفسیر مواہب

الرحمٰن" میں بعض روایات پر نقد وجرح کرکے ان کا اسرائیلی روایت ہونا ثابت کیا گیا، چنانچہ اس حوالہ سے "تفسیر مواہب الرحمٰن" کا جائزہ لینے کیلئے قرآن مجید کی چند آیات کی تفسیر درج ذیل ہے۔

(1) قصص قرآن میں سیدنا آدمؑ کا قصہ: وَقُلْنَا يَاآدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ[6]

سید امیر علی ملیح آبادی کا انداز تحقیق: اللہ تعالیٰ نے جس درخت سے منع فرمایا تھا وہ ایک امتحان حکمت تھا، پھر کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ کیا درخت تھا، اور سلف مفسرین سے اس بارے مختلف اقوال ہیں،

(1) سعید بن جبیر، محمد بن قیس، جادہ بن ہبیرہ، شعبی رحمۃ اللہ علیہم نے کہا کہ وہ درخت انگور کا تھا، اور یہی سدی نے ابن عباس، ابن مسعود ایک جماعت سے روایت کیا کہ وہ درخت انگور کا تھا۔

(2) جبکہ یہود کہتے ہیں کہ درخت گیہوں کا تھا۔

(3) محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ، نے وھب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ وہ گیہوں کا درخت تھا۔ لیکن جنت میں اس کا دانہ گائے کے گردہ کے برابر اور مکھن سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ شیریں تھا۔

(4) سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے ابو مالکؒ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ درخت خرما تھا،

(5) ابن جریر نے مجاھد سے روایت کیا کہ وہ انجیر کا ادر درخت تھا۔ سیدنا قتادہ اور ابن جریج کا بھی یہی قول ہے۔

(6) ابو عالیہ لکھتے ہیں کہ ایسا درخت تھا کہ جس کی غذا براز نہ آئے۔

(7) عبد الرزاق وہب بن منبہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ درخت ایسا تھا کہ جس کو وہی کھاوے جو ہمیشہ زندہ رہے۔ چناچہ فرشتے اس کا پھل کھاتے ہیں[7]

جبکہ درحقیقت ملائکہ تو کھانے پینے سے بری ہیں، پس معلوم نہیں کہ لفظ ملائکہ سے مراد کیا ہے، اور ظاہر ہے یہ اسرائیلی روایت ہے، جن کو وہب بن منبہؒ بکثرت لیتے ہیں، بلکہ علماء و تابعین سے مختلف روایات ہیں پس شاید انہوں نے اہل کتاب کے اختلافات نقل کیے اور خود اس بارے تفسیر نہیں فرمائی، لہٰذا امام ابن جریرؒ نے فرمایا کہ صحیح بات اس بارے یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے درختانِ جنت میں سے ایک درخت خاص سے ممانعت فرمائی۔ اب اس کے جاننے سے ہماری کوئی غرض متعلق نہیں ہے۔ [8] درحقیقت اس درخت کی ٹوہ اور بحث میں جانے کی ضرورت ہی نہیں، عقل و نقل اور اہل علم، اہل تفسیر کا بالاجماع یہی مؤقف ہے۔

(2) سیدنا آدمؑ کا جنت سے خروج: فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ[9]

سید امیر علی ملیح آبادی کا اندازِ جرح وتعدیل: "ایک جماعت علماء وتابعین مانند سدی اور ابو عالیہ، وہب بن منبہ نے اس مقام پر اسرائیلی قصص روایات کئے جن کا ماحصل یہ ہے کہ سانپ کے ذریعے ابلیس نے جنت میں داخل ہو کر حضرت آدم وحوا علیہما السلام کو وسوسہ دلایا۔[10]

اسی بحث کو جاری رکھتے ہوئے آپ حسب ذیل الفاظ میں ان اسرائیلیات کی تائید کرتے ہیں۔ "ربیع بن انس نے کہا، آدمؑ جب جنت سے نکلے تو ان کے ساتھ درخت جنت سے ایک شاخ تھی، اور سر پر وہاں کی پتیوں کی اکلیل تھی۔ سدی نے کہا آدم وہاں سے زمینِ ہندوستان میں اترے، اور ان کے ساتھ حجر اسود تھا، اور ایک مٹھی میں جنت کے پتے تھے جن کو انہوں نے "ہند" میں چھٹکایا، اسی سے اکثر خوشبو کی چیزیں وہاں سے آتی ہیں۔ مشہور یہ ہے کہ سراندیپ یعنی لنکا کے پہاڑ پر اترے جو اب تک کوہِ آدم عَلَیہِ السَّلَام نام سے معروف ہے، اور بے شک ہندوستان میں ریاحین خوشبو دار بکثرت ہیں اور حسن بصری نے کہا کہ آدم کا نزول ہندوستان میں ہوا اور حوا جدہ میں، اور ابلیس دشت نیساں میں جو سرزمین بصرہ میں ہے اور سانپ اصفہان میں گرے۔[11] ڈاکٹر ابو شہبہ نے اگرچہ اس قسم کی اسرائیلی روایات کو موضوع قرار دیتے ہوئے بالکل مسترد کر دیا ہے۔[12] تاہم حفظ الرحمٰن سیوہاروی اس ضمن میں رقم طراز ہیں کہ "بعض ضعیف روایتوں میں ہے کہ آدمؑ ہندوستان کی سرزمین اور حوا جدہ کی سرزمین پر اتارے گئے، اور پھر چل کر دونوں عرفات حجاز کے میدان میں ایک دوسرے سے ملے،،، لیکن قرآن عزیز نے اس حصہ کو نظر انداز کر دیا ہے، کیونکہ اس کا اظہار رشد وہدایت سے غیر متعلق تھا، البتہ قلبی رجحان اور نفسیاتی برہان اس جانب توجہ دلاتے ہیں۔ کہ آدم وحوا ایک ہی جگہ اتارے گئے ہوں تاکہ حق تعالیٰ کی حکمت بالغہ کے زیر اثر جلد ہی نسلِ انسانی کی افزائش اپنا کام کر سکے اور اس عالم خاکی کے وارث وتمکین خدا کی زمین کو آباد کر کے انسانیت کے سب سے بڑے شرف "خلافتِ ارضی" کا پورا پورا حق ادا کر سکیں۔[13]

(3) واقعہ سامری کے بارے اسرائیلی روایات: وَإِذْ وَاعَدْنَا مُوسَى أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَنْتُمْ ظَالِمُونَ[14]

سید امیر علی ملیح آبادیؒ واقعہ نقل کرتے ہیں کہ: "بعض تفاسیر میں مذکور ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص سامری تھا جو زرگری کا پیشہ کرتا تھا اس کی پیدائش میں مذکور ہے کہ جس زمانہ میں فرعونیوں کے ہاتھ بنی اسرائیل کے بچے قتل ہوئے تھے، بنی اسرائیل کی عورت وضع حمل کے وقت غار میں چلی جاتی، پھر اگر لڑکی پیدا ہوتی تو اس کو ساتھ لاتی اور اگر لڑکا ہوتا تو اسے وہیں چھوڑ آتی تھی، بنی اسرائیلی روایت کرتے ہیں کہ ان کو وہیں دودھ ملتا تھا، چنانچہ سامری بھی اسی انداز سے پرورش ہوا، اور اسرائیلی کہتے ہیں کہ وہ جبرائیلؑ کو (جس شکل میں اس کے پاس پرورش کے لئے آتے تھے) پہچانتا تھا۔[15]

اسی طرح مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی "درمنثور" کی روایت سیدنا عبداللہ بن عباس کے حوالہ سے سامری کی پیدائش کے اس محیّر العقول واقعہ کی صحت کو تسلیم کیا ہے۔[16]

سامری کی حقیقت: مولانا ابوالکلام آزادؒ کے نزدیک: "قیاس کہتا ہے کہ یہ سامری سے مقصود سمیری قوم کا "فرد" ہے کیونکہ جس قوم کو ہم نے سمیری کے نام سے پکارنا شروع کر دیا ہے عربی میں اس کا نام قدیم سے سامری آرہا ہے۔ اور اب بھی عراق میں ان کا بقایا اسی نام سے پکارا جاتا ہے، یہاں قرآن کا "السامری" کہہ کر پکارنا بطور نام نہیں ہے اس کی قومیت کی طرف اشارہ ہے، یعنی وہ شخص اسرائیلی نہ تھا سامری تھا،[17] اسی طرح مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے لکھا ہے کہ: سمیری قدیم تاریخ کی ایک نہایت مشہور قوم تھی، جو ابراہیمؑ کے دور میں عراق اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں چھائی ہوئی تھی، اور اس بات کا بہت امکان ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے دور میں اس قوم کے یا اس کی کسی شاخ کے لوگ مصر میں سامری کہلاتے ہوں۔[18]

امین احسن اصلاحی اور دیگر نے بھی سامری کو شعبدہ باز، چلاکاور مکار شخص قرار دیا ہے، اور اسرائیلی یا مصری ہونے کے سوال کو غیر مفید اور غیر متعلق کہا ہے۔[19]

جدید مفسرین کی اس تحقیق کے بعد سامری کی پیدائش کا سارا واقعہ ہی موضوع ثابت ہو جاتا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کے مطابق تو فرعون صرف بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کیا کرتا تھا، نہ کہ کسی اور قوم کی اولاد کو۔

مولانا اخلاق حسین قاسمی لکھتے ہیں۔ تو پھر سامری کی ماں کا بچہ کے قتل کے خوف سے جنگلوں اور غاروں میں چھوڑ آنا، اور پھر جبرائیلؑ کا وہاں اس کی پرورش کرنا کیا معنیٰ رکھتا ہے، سامری جیسے گمراہ شخص کے بارے میں کس قدر ناقابل یقین ہے یہ واقعہ۔[20]

(4)قصہ انگشتریِ سلیمانؑ میں اسرائیلیات: وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُو الشَّيَاطِينُ عَلَى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ[21] **کی تفسیر میں سید امیر علی ملیح آبادی نے کئی روایات درج کیں ہیں۔**

1۔ امام ابن جریرؒ نے سعید بن جبیر کے حوالہ سے سیدنا ابن عباس سے روایت کی کہ سیدنا سلیمان جب قضائے حاجت کیلئے جانا چاہتے یا کسی جورو کے پاس جانا چاہتے تو اپنی بیوی جرادہ کو اپنی انگوٹھی دے دیتے، پھر جب اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ کو اس آزمائش میں مبتلاء کرنا چاہا جس میں مبتلاء ہوئے تو ایسا ہوا کہ ایک روز سلیمانؑ نے جرادہ کو اپنی انگوٹھی دی پھر سلیمانؑ کی صورت میں ایک شیطان آیا، اور جرادہ سے وہ انگوٹھی مانگ لی، جب اس نے پہنی تو جن وانس اس کے مطیع ہو گئے، پھر سلیمانؑ نے آکر اپنی انگوٹھی مانگی تو جرادہ نے کہا تو سلیمان نہیں ہے تو جھوٹا ہے، پس سلیمانؑ نے جان لیا کہ یہ ایک امتحان الٰہی ہے، پھر شیاطین نے ان ایام میں جادو اور کفر کی باتیں لکھ کر تختِ سلیمانؑ کے نیچے دفن کر دیں، پھر آصف کو معلوم ہوا کہ یہ سلیمانؑ نہیں ہے۔ چنانچہ اسم اعظم اور تورات کی قراءت سے بھاگ کر وہ دریا میں چھپا اور ایک مچھلی کے ذریعے حضرت سلیمانؑ کو وہ انگوٹھی پھر مل گئی،[22] اور بدستور بادشاہ رہ کر 53 برس کی عمر میں انتقال کیا۔[23]

سید امیر علی ملیح آبادی کا انداز نقد و جرح: فرماتے ہیں کہ "ان روایات میں تردد ہے" اول۔ یہ کہ شیطان بصورتِ سلیمانؑ کیونکر بن سکتا ہے ۔دوم۔ یہ کہ اس میں، منقول ہے کہ خود شیطان نے تخت کے نیچے سحر کو دفن کیا اور اوپر کی روایت میں معلوم ہوا کہ سلیمانؑ نے خود ان لوگوں کی کتابیں دفن فرمائی تھیں۔ بہر حال یہودیوں کی روایات پر ہم کو اعتماد نہیں ہے۔[24]

در حقیقت اس واقعہ کا مذکورہ آیت سے کوئی تعلق دکھائی نہیں دیتا بظاہر ایسا لگتا ہے کہ سید امیر علی ملیح آبادی نے اسے یہاں درج کر دیا ہے ورنہ شاہ عبد القادر محدث دہلویؒ کی طرح مفسرین کرام نے اسے سورت ص، آیت 34 کے فائدہ میں بیان کیا ہے۔[25]

صاحب "تفسیر حقانی" نے سورت ص آیت نمبر 34 کے ضمن میں اس واقعہ کی سخت گرفت کی ہے، "سیدنا سلیمانؑ کے پاس ایک انگوٹھی تھی جس کے سبب اس کی سلطنت قائم تھی۔۔الخ ان خرافات کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ اگر یونہی جن وشیاطین انبیاء علیہم السلام تو کیا اور بھی کسی شکل میں ظاہر ہوا کریں تو دنیا کے تمام کاروبار معطل ہو جائیں اور کچھ بھی کسی کا اعتبار نہ رہے۔[26]

مولانا محمد مالک کاندھلویؒ اس واقعہ کو لغو یہودیوں کی گھڑی ہوئی داستان قرار دیتے ہوئے رقم طراز ہیں: "مقام نبوّت کی عظمت وبلندی کا تو یہ عالم ہے کہ خواب میں بھی کسی مسلمان کے سامنے کوئی جن یا شیطان پیغمبرؑ کی صورت بنا کر ظاہر نہیں ہو سکتا، تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک دیو سلیمانؑ کی شکل بنا کر آگیا اور ایک آن میں سلیمانؑ کا تختِ سلطنت اور کارہائے نبوت پر قابض ہو گیا۔ جاتا رہا،[27]

سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ بھی اس واقعہ پر اسی طرح نقد کرتے ہیں: "یہ سارا واقعہ از سر تا پاء افسانہ ہے اور خرافات پر مبنی ہے، جنہیں نو مسلم اہل کتاب نے تلمود اور دوسری اسرائیلی روایات سے اخذ کر کے مسلمانوں میں پھیلا دیا، حالانکہ نہ انگشتری سلیمانؑ کی کوئی حقیقت ہے نہ سیدنا سلیمانؑ کے کمالات کسی انگشتری کے کرشمے تھے، نہ شیاطین کو اللہ تعالیٰ نے یہ قدرت دی ہے۔ کہ انبیاءؑ کی شکل بنا کر آئیں، اور خَلقِ خدا کو گمراہ کریں، اور نہ اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ کسی نبی کے قصور کی سزا ایسی فتنہ انگیز شکل میں دے جس سے شیطان نبی بن کر ایک پوری امت کا ستیاناس کر دے۔[28]

(5) عوج بن عنق کے بارے اسرائیلیات: قَالُوا يَامُوسَى إِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِينَ وَإِنَّا لَنْ نَدْخُلَهَا حَتَّى يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنَّا دَاخِلُونَ[29]

تفسیر مواہب الرحمان میں اس آیت کے ضمن میں 2 اسرائیلی روایات درج کی گئی ہیں: "سیدنا ابن عباس سے روایت ہے جب موسیٰؑ اور ان کی قوم حدود شام میں قریب اریحاء کے اترے تو اس لشکر سے 12 آدمی وہی جن اللہ تعالیٰ نے نقیب فرمایا، روانہ کیا۔ تاکہ قوم عمالقہ کی خبر لائیں، وہ چلے اور پہنچے تو ان کو ایک مرد قومِ عمالقہ میں سے جواں، تنومند، قوی ہیکل، بڑا لمبا چوڑا ہولناک ملا، اس نے ان سب کو اپنی چادر میں باندھ کر اپنے اوپر لاد کر اور شہر میں لا کر اپنی قوم والوں کو جمع کیا، انہوں نے پوچھا، تم کون ہو؟ تو ان نقباء نے جواب دیا کہ ہم موسیٰؑ کے جاسوس ہیں، تو عمالقہ کے جبارین نے ان کو ایک انگور دیا جو ایک مرد کے واسطے کافی تھا، پھر ان کو چھوڑ دیا، اور کہا کہ جا کر اپنی قوم کو خبر دار کرو کہ ان کے انگور کی یہ مقدار ہے، پھر ان نقباء نے عہد کیا کہ اس حال سے فقط موسیٰؑ کو آگاہ کریں ورنہ قوم بد دل ہو گی۔ لیکن آخر میں

سوائے 2 کے 10 لوگوں نے عہد توڑے اور قوم کو آگاہ کیا تو قوم نے موسیٰؑ کو انکاری جواب دیا۔ دوسری روایت بھی ابن ابی حاتم کی ہے کہ جو یحییٰ بن عبد الرحمٰن کے طریق سے ہے کہ میں نے سیدنا انس بن مالک کو دیکھا کہ عصالے کر نہیں جانتا کہ کس قدر ناپا۔ مگر زمین میں 50 یا 55 عصا کا اندازہ کیا اور فرمایا کہ عمالقہ کے قد کی لمبائی ایسے تھی[30]

امام ابن کثیر نے قوم جبارین سے ایک معروف افسانوی شخص "عوج بن عنق" کا تذکرہ کیا کہ جس کے بارے کہا جاتا ہے کہ وہ آدم کی بیٹی عنق کا بیٹا تھا اور اس کا قد 3000 اور چار ہزار گز کے درمیان لمبا تھا، موسیٰؑ نے اس کو اپنے عصا سے قتل کیا تھا وغیرہ۔[31]

سید امیر علی ملیح آبادی نے ان تمام روایات نقل اور سخت نقد کیا ہے، "واضح رہے کہ بنی اسرائیل کی دروغ جھوٹی باتیں بہتیرے تفسیر والوں نے بغیر تنقید و تحقیق کے اپنی اپنی تفاسیر میں لکھ دی ہیں"۔[32] "امام ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ وہ عوج بن عنق کافر، ولد الزنا تھا، اور کشتی نوحؑ میں جانے سے انکار کیا، اور طوفان اس کے گھٹنوں تک پہنچا۔ یہ سب جھوٹ افتراء ہے۔۔ پھر جب نوحؑ کا بیٹا جو کافر تھا غرق ہوا عوج بن عنق ولد الزنا کیسے بچ سکتا ہے؟ یہ ایسی بے ہودہ باتیں ہیں کہ شرع و عقل کوئی اس کو جائز نہیں رکھتی ہے[33]

ڈاکٹر ابو شہبہ اس کے ضمن میں رقم طراز ہیں: "عوج بن عنق کی شخصیت حقیقی ہو یا خیالی، اس کی طرف جو صفات منسوب کی گئی ہیں اور اس کے ارد گرد جو لباس تیار کیا گیا ہے، ہم سب کا انکار کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت فرمائے انہوں نے کتنے ہی علوم میں فساد ڈالا اور کتنے ہی خرافات واباطیل گھڑے"۔[34]

(6) قصہ نزول مائدہ کے بارے اسرائیلیات: إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يَاعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ قَالَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ قَالُوا نُرِيدُ أَنْ نَأْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوبُنَا وَنَعْلَمَ أَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُونَ عَلَيْهَا مِنَ الشَّاهِدِينَ - قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِنْكَ وَارْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ قَالَ اللَّهُ إِنِّي مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ فَمَنْ يَكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَإِنِّي أُعَذِّبُهُ عَذَابًا لَا أُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ -[35]

سید امیر علی ملیح آبادی نے اس کی توضیح میں روایات نقل اس طرح نقل فرمائی ہیں: "مفسرین نے کہا کہ پھر ملائکہ آسمان سے آنکھوں دیکھتے مائدہ لے کر اترے، پس ملائکہ نظر نہ آتے، اور دستر خوان نظر آتا، یہاں تک کہ سامنے لاکر رکھا، اس پر سات 7 گروہ روٹیاں اور سات مچھلیاں تھیں، پس حواریوں نے اس میں سے کھایا، یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے، ایک مرفوع حدیث میں آیا ہے کہ آسمان سے مائدہ اترا، روٹیاں اور گوشت تھا، پس ان کو حکم دیا گیا کہ کل کے واسطے نہ رکھیں، ذخیرہ اندوختہ نہ کریں مگر انہوں نے خیانت کی اور کل کے واسطے رکھ چھوڑا۔ پس مائدہ تو منقطع ہو گیا اور وہ لوگ جنہوں نے ایسا کیا تھا مسخ کر کے بندو۔ سور کر دیئے گئے،[36]

تفسیر مواہب الرحمٰن میں بھی بالتفصیل روایت کا کچھ حصہ درج ذیل ہے، " پھر حواریوں نے سیدنا عیسیٰؑ کو پہل کرنے کو اصرار کیا اور آپ نے پہل نہ کی تو حواریوں نے بھی ہاتھ کھینچا۔ پس سیدنا عیسیٰؑ نے محتاجوں اور لولے لنگڑوں کو بلایا اور کہا کہ بسم اللہ کر کے اپنے پروردگار کا طعام کھاؤ۔ تم پر گوارا رہو، اور دوسروں پر عذاب رہے۔ انہوں نے فرمان قبول کیا اور مرد وعورت مل کر 1300 ایک ہزار تین صد آدمیوں

نے کھایا، پس جنہوں نے کھایا وہ تونگر ہوئے کہ مرتے دم تک تونگر رہے اور سب بیمار اچھے ہو گئے، حواریوں اور لوگوں پر ندامت چھا گئی کہ اتنے آدمیوں کے کھانے کے بعد عیسیٰؑ و حواریوں جو اس (کھانے) کو دیکھا وہ اپنے حال پر تھا۔ اس میں کوئی کمی نہ آئی تھی، پس وہ (دستر) خواں اٹھا لیا گیا یہاں تک کہ نظروں سے غائب ہو گیا۔[37] اسے درج کرنے کے بعد تفسیر مواہب الرحمٰن میں امام ابن کثیر سے اختلاف رائے کر کے اس طرح نزول مائدہ کو تسلیم کیا گیا۔ "کہ بالجملہ قرآن مجید میں یہ منصوص نہیں کہ نازل ہوا یا نہیں ہوا، اور نہ اس سے چنداں بحث متعلق ہے۔ واں سلف سے آثار واخبار مختلف مروی ہیں، بعض میں ہے کہ نازل ہوا بعض میں ہے کہ نہیں نازل ہوا، قول اول اصح ہے۔[38]

مولانا عبد الحق حقانی کے نزدیک: "فقیر کے نزدیک مائدہ کا نازل ہونا پایا گیا ہے، جیسا کہ اس کا پتہ انجیل یوحنا سے لگتا ہے، اور عیسائیوں کے پاس بے اندازہ دنیا کا جمع ہونا اسی کا ثمرہ ہے"۔[39]

مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے نزدیک: "جمہور علماء سلف اور خلف کا یہ قول ہے، کہ یہ مائدہ حسبِ وعدہِ الٰہی آسمان سے اترا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، قَالَ اللَّهُ إِنِّي مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ اور یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے، اور اس کی خبر ہے جو حق اور سچ ہے۔، اور یہ ناممکن ہے کہ اللہ کا وعدہ پورا ہو اور اس کی خبر واقع نہ ہو۔[40]

مولانا شبیر احمد عثمانی کے نزدیک: "جس طرح آیت کو عید بنانے کا مطلب اس کے یوم نزول کو عید بنانا ہے، اسی پر مائدہ کے عید ہونے کو بھی قیاس کر لو، کہتے ہیں کہ (دستر) خوان اترا اتوار کو جو نصاریٰ کے یہاں ہفتہ کی عید ہے جیسے مسلمانوں کے یہاں جمعہ۔"[41]

(7) واقعہ تابوت کے بارے اسرائیلیات: وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَى وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ[42]

سید امیر علی ملیح آبادی نے اس آیت کی توضیح میں متعدد تفاسیر میں منقول روایات پر بحث کر کے 3 سوالات کے جوابات دیتے ہیں:

اول کہ تابوت کیا تھا؟ وہ کہاں تھا؟　　دوئم وہ آیا کیونکر؟　　سوئم اس میں موجود سکینت سے کیا مراد ہے؟[43]

امام بغویؒ کے نزدیک: "تابوت کا قصہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم پر ایک صندوق اتارا، جس میں انبیاء علیہم السلام کی صورتیں تھیں، اور وہ شمشاد کی لکڑی کا تقریبا تین ہاتھ طول، اور 2 ہاتھ اُس کا عرض تھا، پس وہ آدم کے پاس رہا، پھر اس کی موت کے بعد حضرت شیثؑ کے پاس رہا، پھر اسی طرح وراثت میں سیدنا ابراہیم، پھر سیدنا اسماعیلؑ، سیدنا یعقوبؑ، پھر سیدنا موسیٰ کے پاس پہنچا، اس میں وہ تورات اور دیگر متاع رکھتے تھے، پھر ان کی موت کے بعد اسی طرح انبیاءِ بنی اسرائیل میں ہاتھوں ہاتھ آتا گیا۔[44]

امام ابن کثیرؒ کے نزدیک تابوت سکینہ کہاں تھا، کیسے آیا: "بعضوں نے ذکر کیا کہ تابوت مذکور موضع "اریحا" میں تھا اور مشرکین عمالقہ جب اس کو چھین لے گئے تو اس کو ایک بت خانہ میں بڑے بت کے نیچے رکھا، صبح کو دیکھا تو تابوت اوپر ہے اور بڑا بت اس کے نیچے پڑا ہے پس تابوت کو اتار کر پھر بڑے بت کے نیچے رکھا اور صبح کو دیکھا تو پھر وہی حال ہے پس ڈرے کہ یہ کوئی بلائے آسمانی ہے، پس تابوت کو اپنے شہر سے نکال کر ایک گاؤں میں ڈال دیا، اس گاؤں والوں کے گلوں میں بیماری پیدا ہونے لگی، اور مرنے لگے، پس بنی اسرائیل میں سے ایک

عورت (جو اُن میں قید تھی) نے راہ بتائی کہ اس کو بنی اسرائیل کو واپس کر دو، تا کہ اس بلاء سے نجات پاؤ، انہوں نے بڑی گاڑی پر لاد کر اس کو بنی اسرائیل کی طرف روانہ کر دیا،[45]

آیت مذکور میں لفظ "سکینہ" سے کیا مراد ہے، ؟"بعضوں کے نزدیک اس کا معنٰی یہ ہے کہ اس میں وقار و جلالت تھی، امام ابن جریج کہتے کہ میں نے عطاء سے سوال کیا کہ " سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ" کے معنٰی کیا ہیں؟ تو عطاءؒ نے فرمایا، معنٰی یہ ہیں اس میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے 2 چیزیں ہیں، کہ تم پہچانتے ہو، پس ان سے تسکین پاتے ہو، اسی طرح ہی حضرت حسن بصریؒ بیان کرتے ہیں، اور بعض نے کہا کہ "سکینہ" ایک سونے کا طشت تھا جس میں انبیاء علیہم السلام کے دل دھوئے گئے، اس کو اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰؑ کو دیا، پس اس میں موسیٰؑ نے الواح توریت کو رکھا تھا۔[46] محمد بن اسحاق نے وہب بن منبہ سے روایت کیا کہ سکینہ ایک مردار بلی کا سر تھا کہ جب تابوت میں بلی کی بولی بولتا تو فتح کا یقین کرتے اور فتح ہو جاتی۔[47]

عبد الرزاق نے بکار بن عبد اللہ کے ذریعے وہب بن منبہ سے روایت بیان کی کہ "سکینہ" اللہ تعالیٰ کی طرف سے بولتی روح تھی کہ جب بنی اسرائیل کسی بات میں اختلاف کرتے، تو جو چاہتے اس کو بیان کرکے بتلا دیتی تھی۔[48]

صاحب مواہب الرحمٰن ان تمام روایات کو بیان کرکے کیا انداز نقد و جرح اپنایا؟ " پوشیدہ نہیں کہ یہ متفرق اقوال اور متناقض تفسیریں جو علماء کرام کی طرف منسوب ہوئی ہیں اکثر ان میں سے غیر محفوظ ہیں ان کی اسناد صحیح نہیں ہیں، اور جن کی اسناد مستقیم بھی ہیں کوئی تفسیر مرفوع (یعنی قولِ پیغمبر ﷺ) نہیں ہے، اور نہ اس کی اصل و نظیر کہیں شرع اسلام و کلام پیغمبر ﷺ میں پائی جاتی ہے، اور نہ یہ صحیح ہو سکتا ہے کہ یہ اقوالِ تفسیری حکمِ مرفوع کے ہیں، اور نیز یہ بھی نہیں ہے کہ اس علماء اعلام نے اپنی رائے سے تفسیر کی ہو، کیوں کہ یہ گمانِ بد ان اکابر کی نسبت زیبا نہیں، مگر آنکہ جو کچھ یہود سے سنتے تھے، اس کو بھی نقل کر دیتے تھے، اور حضور اکرم ﷺ نے ان بزرگوں کو حکم دیا تھا، کہ اہل کتاب کی روایات کی تصدیق و تکذیب کچھ نہ کریں۔ اس وجہ سے اسرائیلیات بھی اسلام کے طریق سے روایت ہو گئی ہیں،[49]

علامہ محمد ابو شہبہ کا انداز نقد و جرح: ان تمام روایات کو مسترد کرتے ہوئے لکھتے ہیں، " جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَعَ إِيمَانِهِمْ[50] پس سکینہ سے مراد طمانیت قلب، اور ثبات نفوس ہے۔ ہم جس بات کو قطعی جانتے ہیں، اور جس پر ایمان لانا ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک تابوت (صندوق) تھا اس بحث میں پڑے بغیر کہ اس کی حقیقت و ہیئت کیا تھی؟ یا وہ کہاں سے آیا، کیونکہ اس بارے میں نبی معصوم ﷺ سے کوئی صحیح روایت موجود نہیں ہے۔ اس تابوت میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کے پس ماندہ اشیاء وغیرہ تھیں یہ تابوت بنی اسرائیل کیلئے سکینت و طمانیت کا منبع تھا۔ خاص کر دشمن سے لڑنے کے وقت، وہ تابوت فرشتوں کے ذریعے دوبارہ بنی اسرائیل کے ہاتھ لگا، بحث میں پڑے بغیر کہ فرشتے اسے کس طرح لائے، اس طرح تابوت ایک نشانی تھا، جو بنی اسرائیل پر طالوت کی حکمرانی کی صداقت کی دلیل تھا، اس کے علاوہ جو اخبار و قصص ہم سنتے ہیں ان پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے۔[51]

مولانا امین احسن اصلاحی کا مؤقف: " اس سے، مراد بنی اسرائیل کا وہ صندوق ہے جس کو تورات میں " خدا کا صندوق " یا " خدا کے عہد کا صندوق " سے تعبیر کیا گیا ہے، بنی اسرائیل کے مصر سے خروج کے زمانہ سے لیکر بیت المقدس کی تعمیر تک اس صندوق کو بنی اسرائیل کے قبلہ کی حیثیت حاصل رہی،، حضرت موسیٰؑ کے زمانہ تک تو اس میں تورات اور صحرا کی زندگی کے دور کی بعض یادگاریں محفوظ کی گئیں، لیکن پھر اس کے ساتھ موسیٰ ؑ اور ہارونؑ اور ان کے خاندان کے بعض اور تبرکات بھی محفوظ کئے گئے، اس کے ساتھ بنی اسرائیل کی جو والہانہ عقیدت تھی اس کا ایک خاص پہلو کہ مصائب و مشکلات اور میدان جنگ میں ان کے حوصلے قائم رکھنے میں اس کو سب سے زیادہ دخل تھا، " فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ " سے اس کے اسی خاص پہلو کی طرف اشارہ ہے۔۔ اوپر فلسطینیوں کے ہاتھوں اس تابوت کے چھیننے کا ہم ذکر کر چکے ہیں، کہ اس کے چھن جانے کو بنی اسرائیل کے بزرگوں نے اسرائیل سے ساری حشمت چھن جانے سے تعبیر کیا اور ساری قوم اس عظیم حادثہ سے بے حد پریشان ہوئی، چنانچہ اس دور میں بنی اسرائیل کا سب سے بڑا مسئلہ اس تابوت کو اپنے دشمنوں سے واپس لینے کا تھا۔ اسی بناء پر سموئیل نے طالوت کے انتخاب کے خدائی انتخاب ہونے کی یہ نشانی ٹھہرائی، کہ اس کے بعد تابوت تمہارے پاس فرشتوں کی مدد سے آپ سے آپ آجائے گا۔[52]

مولانا ادریس کاندھلوی کا مؤقف: " اس تابوت میں تورات کی دو 2 تختیاں اور کچھ ان تختیوں کے ٹکڑے تھے جو ٹوٹ گئ تھیں اور حضرت موسیٰ ؑ اور حضرت ہارونؑ کے عصا، عمامے اور نعلین تھے۔۔ فرشتوں نے وہ تابوت لاکر طالوت کے سامنے رکھ دیا، بنی اسرائیل خوش ہوگئے اور ان کو بادشاہ مان لیا"۔[53]

(8) حضرت داؤدؑ کے بارے ایک اسرائیلی روایت: إِذْ دَخَلُوا عَلَى دَاوُودَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوا لَا تَخَفْ خَصْمَانِ بَغَى بَعْضُنَا عَلَى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا إِلَى سَوَاءِ الصِّرَاطِ - إِنَّ هَذَا أَخِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعْجَةً وَلِيَ نَعْجَةٌ وَاحِدَةٌ فَقَالَ أَكْفِلْنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ- قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلَى نِعَاجِهِ وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَا هُمْ وَظَنَّ دَاوُودُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ-[54]

سید امیر علی نے اس آیت کی توضیح میں حضرت داؤدؑ اور ان کے ایک امتی "اوریا" اور ان کی بیوی کے متعلق روایت نقل کی ہے۔

" ایک دن حضرت داؤدؑ کے دل میں اپنے جد امجد سیدنا ابراہیمؑ کے جاہ و کمال اور مقام و مرتبہ کا خیال آکر یہ تمنا ہوئی کہ اگر ان کی طرح میرا بھی امتحان ہو تو کامیاب ہو کر مجھے بھی ان کی طرح فضل و کرم ملے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ ان دنوں تمہاری آزمائش ہوگی، چنانچہ آپ نے اپنی حفاظت کا پورا خیال کیا، اور جب وہ دن آیا تو شیطان ایک سنہری پرندہ کی شکل میں متمثل ہو کر سامنے آیا، آپ نے اس کی خوب صورتی سے متاثر ہو کر پکڑنے کیلئے ہاتھ آگے بڑھایا تو وہ اِدھر اُدھر پھدکنے لگا، آخر کار اس کا تعاقب کرتے کرتے آپ مکان کے بالا خانےؒ پر جا پہنچے، کہ ناگہاں وہاں سے آپ نے ایک عورت "اوریا کی بیوی" کو غسل کرتے دیکھا، اور پھر اس کے دل فریب حسن سے متاثر ہو کر اس سے نکاح کا ارادہ کر لیا، چنانچہ آپؑ نے معاذاللہ "اوریا" کے قتل کا ارادہ کیا، اور اس مقصد کیلئے حکم دیا کہ اوریا کو میدان جہاد میں سب

سے آگے یعنی تابوت اٹھانے والے دستہ میں رکھا جائے۔ آخر کار وہ شہید ہو گیا اور آپؑ نے اس کی بیوہ سے نکاح کر لیا، (معاذاللہ) پھر جس سے سلیمانؑ پیدا ہوئے۔ وغیرہ وغیرہ،[55]

سید امیر علی ملیح آبادی نے اس واقعہ کو نقل کرنے سے پہلے ان الفاظ سے لغو اور باطل قرار دے دیا ہے کہ، "واضح ہو کہ قصہ گویوں اور بعضے لکھنے والوں نے "اوریا رحمۃ اللہ علیہ "کے قصہ میں اسرائیلیات یہود و نصاریٰ کی لغو لغو روایات لکھی ہیں حالانکہ علماء ربانیین نے اس کو رد کر دیا ہے اور اس کے بنانے والے کو ملعون و مغضوب قرار دیا ہے،۔ تفسیر مواہب الرحمٰن میں میری چاہت ہے کہ اس لغو قصہ کو اس غرض سے نقل کروں تاکہ اس کی لغویات ظاہر کروں، یہ ایسے کلمات بے ہودہ ہیں، کہ انبیاء علیہم السلام کی شان میں ان میں سے ایک شمہ بھی نسبت کرنا کفر ہے۔[56]

امام ابن کثیرؒ کا مؤقف: "مفسرین سے یہاں ایک قصہ نقل کیا گیا ہے جس کا اکثر حصہ اسرائیلیات پر مشتمل ہے، اور نبی معصومؑ سے اس سلسلے میں کوئی صحیح بات ثابت نہیں ہے جس کا اتباع کیا جا سکے، تفسیر ابن ابی حاتم کے حوالہ سے یہاں ایک روایت نقل کی گئی ہے لیکن اسکی سند صحیح نہیں ہے"۔[57]

مولانا عبد الحق حقانی کا مؤقف: "حضرت سعید بن مسیب اور حارث اعور نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص داؤدؑ کی نسبت اس قصہ کو نقل کرے گا میں اس کو ایک ساٹھ کوڑے ماروں گا۔ جو انبیاء علیہم السلام پر بہتان باندھنے کی سزا ہے،[58]

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف: "اس قسم کی خرافات کو مسترد کرتے ہوئے سلف صالحین کے ارشادات کی روشنی ان آیات کا مفہوم بیان کرنے کی کوشش کی ہے اس ضمن میں آپ نے آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور اکابر کے اجتہاد و قیاس کے واقعات بھی نقل فرمائے۔[59] پھر آخر میں مستدرک حاکم کے حوالہ سے سیدنا ابن عباس کی روایت کے حوالہ سے انتہائی نفاست سے توجیہہ بیان فرمائی ہے، "ایک مرتبہ سیدنا داؤد نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں از راہِ فخر عرض کیا، اے بارِ الٰہی، دن اور رات ایک ساعت بھی ایسی نہیں گزرتی کہ داؤد یا آلِ داؤد سے کوئی شخص ایک لمحہ کے لئے بھی تیری تسبیح و تہلیل کیلئے مشغول نہ ہو، اللہ تعالیٰ کو اپنے پیغمبر داؤدؑ کا یہ فخریہ انداز پسند نہ آیا، وحی آئی، اے داؤدؑ: یہ جو کچھ بھی ہے صرف ہماری اعانت اور ہمارے فضل و کرم کی وجہ سے ہے ورنہ تجھ میں اور تیری اولاد میں یہ قدرت کہاں؟ کہ وہ اس نظم پر قائم رہ سکیں، اور اب جب تم نے یہ دعویٰ کیا ہے تو میں تم کو آزمائش میں ڈالوں گا، حضرت داؤدؑ نے عرض کیا، خدایا: جب ایسا ہو تو مجھے اطلاع دے دی جائے، لیکن آزمائش کے معاملہ میں حضرت داؤد کی دعا قبول نہ ہوئی، اور حضرت داؤد کو اس طرح فتنہ میں ڈالا گیا جو قرآن عزیز میں مذکور ہے۔[60]

"حضرت داؤد اس قضیہ کا فیصلہ دینے میں تسبیح و تحمیدِ الٰہی سے محروم ہو گئے، اور حسبِ اتفاق آل داؤد میں سے کوئی بھی اس وقت عبادت الٰہی میں مصروف نہ تھا، اس تفسیر کا بھی حاصل یہی نکلتا ہے کہ بمصداق " حسنات الابرار سئیات المقربین "یہ نہ کوئی گناہ والا معاملہ تھا اور نہ معصیت کا، بلکہ حضرت داؤد جیسے اولوالعزم پیغمبر کے شایانِ شان نہیں تھا اس لئے ان کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے متنبہ کر دیا گیا۔[61]

مولانا محمد مالک کاندھلویؒ نے بھی مولانا حفظ الرحمٰن کی طرح مستدرک حاکم کے حوالہ سے اس واقعہ کی یہی توجیہہ پیش کی ہے،[62]

سید امیر علی ملیح آبادیؒ نے بھی اسی انداز میں بیان فرمایا ہے۔ "پس حق صحیح اور صدق صریح اس مقام پر یہی ہے کہ قطعاً داؤدؑ سے کوئی بات سرزد نہیں ہوئی، اور اگر ابرار وصالحین سے سرزد ہوتی تو کچھ بھی معصیت نہ ہوتی بلکہ موجبِ ثواب ہوتی لیکن حضرت داؤدؑ کے بزرگ مرتبہ میں غیر مناسب سمجھی گئی، لہٰذا انہوں نے اس سے استغفار کیا"۔[63]

(9) واقعہ یوسفؑ اور اسرائیلیات: وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَأَى بُرْهَانَ رَبِّهِ كَذَلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ - وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا إِلَّا أَنْ يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ - قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَفْسِي وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ أَهْلِهَا إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ-[64]

سید امیر علی ملیح آبادی نے اس آیت کی توضیح میں اکابر ائمہ کے تفسیری اقوال کی طرف یوں اشارہ کیا ہے۔ "اس آیت کے ضمن میں کئی اقوال ہیں اکثر ان میں سلف ائمہ سے روایت کئے جاتے ہیں، لیکن تفسیر کبیر میں امام رازی نے اور تفسیر سراج المنیر میں الخطیب نے اور کئی مفسرین مؤلفین نے ان روایات کی صحت کا انکار کیا ہے۔ اور امام ابن کثیر نے جو اس فن کے امام ہیں اگرطہ اسطرح انکار نہیں کیا، واضح ہو کہ بالاتفاق سب کے نزدیک صحیح مؤقف یہ ہے کہ کوئی بھی اللہ کا پیغمبر کبھی بھی فعل فاحشہ کے مرتکب نہیں ہوئے۔ لیکن اس میں ہے کہ آیا قصد فرمایا تھا کہ نہیں"[65]

"هَمَّ بِهَا" کی تفسیر میں سراج المنیر کا مؤقف:

- "عورت مذکورہ نے جب خوب آراستہ ہو کر اس قدر الحاح کیا اور قصد کیا تو اس نے بھی عورت کا قصد کیا،،، اتنے مین آواز آئی ، خبردار: عورت اس سے دور رہو۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا، پھر دوبارہ سنی اور تیسری بار، مگر اثر نہ ہوا، چوتھی بار حضرت یعقوبؑ کی صورت دانتوں میں انگلی دبائے ظاہر ہوئی تو بھاگے۔
- بعض نے کہا کہ سینے پر ہاتھ مارا تو شہوت جاتی رہی، اسی وجہ سے بھائیوں کے 12 بارہ، بارہ بیٹے ہوئے اور ان کے صرف 11 بیٹے ہوئے
- بعض نے کہا کہ چھت میں زنا کی مذمت کی آیات نظر آئیں
- بعض نے کہا کہ اس سے بھی اثر نہ ہوا آخرکار اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ سے فرمایا کہ جاکر خبر لے، میرا بندہ ڈوبتا ہے، تو انہوں نے آواز دی کہ اے یوسفؑ یہ کیا کرتے ہو:

غرض یہ کہ اسی طرح کے اقوال مروی ہیں، اور ہرگز ان بزرگوں میں سے کسی سے کچھ بھی صحیح نہیں، اور باہم یہ اقوال خود متناقض اور متکاذب ہیں۔[66]

سید امیر علیؒ ان تمام متضاد اسرائیلی روایات بیان کرنے کے بعد بالکل اس کے برعکس، اندازِ توحید میں اس کی توضیح یوں کرتے ہیں: "ائمہ سلف وخلف، وعلماء معتمدین سے صحیح تفسیر صرف اس طرح ثابت ہے کہ "وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ" عورت مذکورہ نے یوسفؑ کے ساتھ قصدِ قربت

کیا، یعنی دل میں اس کو ٹھان لیا، اور بڑی کوشش سے ایسا واقع ہونا چاہتی تھی، "وَهَمَّ بِهَا" اور آں حضرت کے دل میں خواہش کا خطرہ آگیا ، جس کو وہ واقع کرنا ہر گز نہیں چاہتے تھے، باوجود یہ کہ سب اسباب امتحان کے سخت تھے، اور نہایت مشکل تھا، " لَوْلَا أَنْ رَأَى بُرْهَانَ رَبِّهِ " اگر یہ نہ ہوتا کہ اپنے رب کی نشانی جو کھلی ہوئی نورانی حجت تھی دیکھی، تو ایسا موقع تھا کہ مبتلا ہو جاویں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو برہانِ توحید و کبریائی دے دی تھی جس سے انہوں نے نجات پائی، اور معاذ اللہ کہنے کی برکت ظاہر ہوئی کیونکہ اپنے نفس پر بھروسہ نہیں کیا،[67]

مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی کا مؤقف: "حضرت یعقوبؑ کی صورت نظر آنا اور ان کا اشارہ سے منع کرنا، یا فرشتہ کا ظاہر ہو کر اس کو اس سے روکنا، یا عزیز مصر کا گھر میں رکھے ہوئے صنم پر اس کی بیوی پر اس کا پردہ ڈالنا، اور حضرت یوسفؑ کا اس سے عبرت حاصل کرنا اور اس قسم کے تمام مقابلہ میں " بُرْهَانَ رَبِّهِ" کی تفسیر وہی بہتر ہے جو خود قرآن عزیز کی نظم وترتیب سے ثابت ہے یعنی ایمان باللہ کا حقیقی تصور اور مربی مجازی کے احسان کی احسان شناسی اور وصف امانت"۔[68]

علامہ محمد ابوشہبہ کا مذکور اسرائیلی روایات پر ناقدانہ تبصرہ: "اللہ تعالیٰ امام جعفر صادق پر رحم فرمائے کہ جنہوں نے لفظ " بُرْهَانَ " کے متعلق کہا کہ یہ وہ نبوت تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے سینہ میں ودیعت کیا تھا، جو اس فعل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی راہ میں حائل ہو گئی اور یہی قول صحیح قول ہے، جو عصمتِ انبیاء علیہم السلام کے متعلق عقل فراہم کرتی ہے"۔[69]

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کا مؤقف: "رب کی برہان سے مراد خدا کی سمجھائی ہوئی وہ دلیل ہے جس کی بناء پر حضرت یوسفؑ کے ضمیر نے ان کے نفس کو اس بات کا قائل کیا، کہ اس عورت کی دعوتِ عیش قبول کرنا تجھے زیبا نہیں۔ یہی وہ برہان حق تھی جس نے سیدنا یوسفؑ کو اس نوخیز جوانی کے عالم میں ایسے موقع پر معصیت سے باز رکھا"۔[70]

مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی ان اسرائیلی روایات کو قابلِ ذکر سمجھنے کی بجائے فرمایا: "عفت وعصمت کا کون سا پہاڑ ہے جو ان بجلیوں کی تاب لا سکتا ہے، لیکن ایک پہاڑ تھا جسے یہ بجلیاں بھی نہ ہلا سکیں، یہ حضرت یوسف کی سیرت تھی جو کسی حال میں بھی متزلزل نہیں ہو سکتی تھی، خود امراۃ العزیز کے لفظوں میں، اور اس سے بڑھ کر کون شاہد ہو سکتا ہے، " وَلَقَدْ رَاوَدْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ فَاسْتَعْصَمَ "[71] وہ اس حال میں بھی اپنی جگہ سے بے جگہ نہ ہوا، اس کو عصمت کے لئے ذرا سی بھی جنبش نہ ہوئی تھی۔[72]

خلاصہ کلام: سید امیر علی ملیح آبادی نے اکابر کی تفاسیر کی پیروی کرتے ہوئے اپنی "تفسیر مواہب الرحمٰن" میں اسرائیلی روایات کا کافی حصہ نقل کیا ہے مگر ساتھ ہی قرآن وحدیث کے خلاف آنے والی روایات پر ایک ممتاز، معتبر عالم دین ہونے کے ناطے دلائل عقلیہ ونقلیہ کے ساتھ نقد کیا ہے، اور عامۃ الناس کو خبر دار کیا ہے اور انہیں نا قابل یقین، نا قابل عمل قرار دیا ن۔ باوجود محنت کے کئی مقامات پھر بھی تشنہ رہ گئے ہیں جن کی وضاحت ضروری ہے۔

مصادر مراجع

القرآن الکریم

ابن کثیر، ابو الفداء، اسماعیل بن ابو حفص، تفسیر القرآن العظیم، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1966ء

أبو شُهبة، محمد بن محمد بن سويلم، الإسرائيليات والموضوعات في كتب التفسير، مكتبة السنة، مصر، الطبعة: الرابعة، س ن

ادریس کاندھلوی، مولانا معارف القرآن، مکتبہ قرآن محل، لاہور، 2006ء

آزاد، ابو الکلام، مولانا، ترجمان القرآن، ساہتیہ اکیڈمی، نئی دہلی، 1989ء

اصلاحی، امین احسن، مولانا، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن لاہور، 1402ھ

امیر علی، سید، ملیح آبادی، تفسیر مواہب الرحمان، مکتبہ رشیدیہ، لاہور، س ن

بخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبد اللہ، صحیح البخاري، دار طوق النجاة، الطبعة: الاولی، 1422ھ

بغوی، حسین بن مسعود فراء، محی السنۃ، معالم التنزیل، تفسیر بغوی، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، س ن

ترمذی، بن عیسیٰ بن سَورة بن موسیٰ بن ضحاک، ابو عیسیٰ، سنن الترمذي، مطبعه مصطفى البابي الحلبي، مصر، الطبعه الثانیہ 1975ء

شربنی، الخطیب، تفسیر القرآن الکریم المعروف السراج المنیر، دار المعرفة، بیروت لبنان، س ن،

قاسمی، اخلاق حسین، مولانا، ترجمان القرآن کا حقیقی مطالعہ، آزاد اکیڈمی، نئی دہلی، 1993ء

مسلم، ابن الحجاج، نیشاپوری، مسند صحیح مختصر بنقل عدل عن عدل الی رسول اللہؐ، بیروت، دار احیاء التراث عربی، لبنان، س ن

مناع القطان، مباحث في علوم القرآن، دار نشر الکتب الاسلامیہ، کراچی، س، ن

مودودی، ابو الاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، 1984ھ

حوالہ جات:

[1]، مناع القطان، مباحث في علوم القرآن، دار نشر الکتب الاسلامیہ، کراچی، س، ن، ص354، 355

[2] أبو شُهبة، محمد بن محمد بن سويلم (1332ھ، 1403ھ)، الإسرائيليات والموضوعات في كتب التفسير، مكتبة السنة، مصر، الطبعة: الرابعة، س ن، ص1

[3] بخاری، محمد بن اسماعیل، امیر المؤمنین، صحیح بخاری، مکتبة وهبة، القاهرة، الطبعة: الأولى، 1420ھ، رقم الحدیث، 3461

[4] ذهبي، السید محمد حسین، (المتوفى: 1398ھ) التفسير والمفسرون، مكتبة وهبة، القاهرة، الطبعة: الأولى، 1420ھ، ج:1، ص:146

[5] مولانا سید امیر علی ملیح آبادی (1858ء-1919ء) لکھنؤ کے قریب قصبہ ملیح آباد میں 1858ء کو پیدا ہوئے، آپؒ نے شیخ الکل میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی، الشیخ حسین بن محسن یمانی، قاضی بشیر احمد قنوجی سے اکتساب علم کیا۔ تالیفات: ترجمہ و تفسیر مواہب الرحمٰن 30 جلدیں اردو زبان میں

ساڑھے 8 سے نو ہزار کے درمیان صفحات ہیں، جو ۱۹۷۷ء میں منشی نول کشور نے پہلی بار 10 جلدوں میں پہلی بار چھاپا اگرچہ ترجمہ میں روانی نہیں ہے مگر تفسیر بیش بہا معلومات کا خزانہ ہے، متعدد بار طبع ہو چکی ہے۔ عربی کی بڑی بڑی تفسیروں سے بے نیاز کرنے والی ہے۔ الہدایہ کا اردو ترجمہ "عین الہدایہ" کے نام سے کیا، صحیح بخاری کی شرح 30 جلدوں میں لکھی جو غیر مطبوع ہے، فتاویٰ عالمگیری کا اردو ترجمہ، حافظ ابن حجر کی تقریب التہذیب پر "تقعیب التقریب" کے نام سے حواشی، فیضی کی غیر منقوط تفسیر "سواطع الالہام: کا عربی میں ہی غیر منقوط مقدمہ لکھا، آپؒ عظیم مفسر، بلند پایہ محدث، ماہر علم رجال، وسیع النظر فقیہہ تھے،1919ء کو راہی عدم ہوئے۔اسحاق بھٹی، مولانا، برصغیر میں اہل حدیث کی اولیات، دارالطیب ، گوجرانوالہ، ص:39،40

[6] البقرہ2:35

[7] ابن کثیر، ابوالفداء، اسماعیل بن ابوحفص، تفسیر القرآن العظیم، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1966ء، ج:1، ص:84،85

امیر علی، سید، ملیح آبادی، تفسیر مواہب الرحمان، مکتبہ رشیدیہ، لاہور، س ن، ج:1، ص:125

[8] امیر علی، ملیح آبادی، مواہب الرحمن، ج:1، ص:125

[9] البقرہ2:36

[10] امیر علی، ملیح آبادی، مواہب الرحمن، ج:1، ص:126

تفسیر ابن کثیر، ج:1، ص:85

[11] امیر علی، ملیح آبادی، مواہب الرحمن، ج:1، ص127:

[12] ابوشہبہ، الاسرائیلیات، ص:180،181

[13] سیوہاروی، محمد حفظ الرحمٰن، مولانا، قصص القرآن، مکتبہ مدنیہ، لاہور، س،ن، ج:1، ص:4241

[14] البقرہ2:51

[15] امیر علی، سید، ملیح آبادی، تفسیر مواہب الرحمان، ج:1، ص،158

[16] تھانوی، بیان القرآن، ج:7، ص:34،35

[17] آزاد، ابوالکلام، مولانا، ترجمان القرآن، ساہتیہ اکیڈمی، نئی دہلی، 1989ء ج:4، ص:662،663

[18] مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ج:3، ص:141

[19] اصلاحی، امین احسن، مولانا، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن لاہور، 1402ھ، ج:4، ص:213،214

[20] قاسمی، اخلاق حسین، مولانا، ترجمان القرآن کا حقیقی مطالعہ، آزاد اکیڈمی، نئی دہلی، 1993ء، ص:301

[21] البقرہ2:102

[22] تفسیر ابن کثیر ج:1، ص:144

[23] امیر علی، ملیح آبادی، مواہب الرحمن، ج:1، ص:243

[24] ایضاً، ج:1، ص:243

[25] دہلوی، عبد القادر، محدث شاہ، موضح القرآن، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، س ن، ص:591

[26] حقانی، ج:4، ص:47

[27] ادریس کاندھلوی، مولانا معارف القرآن، مکتبہ قرآن محل، لاہور، 2006ء، ج:7، ص:36

[28] تفہیم القرآن، ج:4، ص:338

[29] المائدہ، 5:22

[30] امیر علی، ملیح آبادی، مواہب الرحمن، ج:6، ص:85

[31] ابن کثیر، ج:2، ص:44

[32] امیر علی، ملیح آبادی، مواہب الرحمن، ج:6، ص:87

[33] ایضاً

[34] أبو شُهبة، محمد بن محمد بن سويلم (المتوفى:1403ھ)، الإسرائيليات والموضوعات في كتب التفسير، مكتبة السنة، مصر، الطبعة: الرابعة، س ن، ص178

[35] المائدہ5:112، 115

[36] امیر علی، ملیح آبادی، مواہب الرحمن، ج:7، ص:56

جلالین، دار الکتب العلمیہ، بیروت، س ن، ص:127

[37] ابن کثیر، ج:2، ص:133، 134

[38] امیر علی، ملیح آبادی، مواہب الرحمن، ج:7، ص:58

[39] حقانی ج:2، ص:315

[40] معارف القرآن ج:2، ص:610

[41] تفسیر عثمانی ص:168

[42] البقرہ،2:248

[43] امیر علی، ملیح آبادی، مواہب الرحمن،ج:2،ص:263

[44] البغوی، حسین بن مسعود فراء، محی السنۃ، معالم التنزیل، تفسیر بغوی، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، س ن، ج:2، ص:228،229

[45] ابن کثیر، ج:1، ص:324

امیر علی، ملیح آبادی، مواہب الرحمن، ج:2، ص:263،264

[46] ایضا

[47] امیر علی، ملیح آبادی، مواہب الرحمن، ج:2، ص:264،265

[48] ایضا

[49] ایضاً ج:2، ص:265

[50] الفتح 4:48

[51] الاسرائیلیات، ص:170،171

[52] اصلاحی، ج:1، ص:527،528

[53] معارف القرآن، ج:1، ص:476

[54] ص،38:21،24

[55] الشربنی، الخطیب، تفسیر القرآن الکریم المعروف السراج المنیر، دار المعرفۃ بیروت لبنان، س ن، ج:3، ص:407

امیر علی، ملیح آبادی، مواہب الرحمن، ج:23، ص:135،136

[56] ایضا

[57] تفسیر ابن کثیر، ج:4، ص:33

[58] تفسیر حقانی ج:4، ص:129

[59] قصص القرآن، ج:2، ص:74،90

[60] ایضا، 91

[61] ایضا،91،92

[62] معارف القرآن،ج:7،ص:22،23

[63] امیر علی، ملیح آبادی، مواہب الرحمن،ج:23،ص:143

[64] یوسف12:26،24

[65] امیر علی، ملیح آبادی، مواہب الرحمن،ج:12،ص:204

[66] شربيني،الخطيب، تفسير القرآن الكريم المعروف السراج المنير،دار المعرفة بيروت لبنان،س ن،ج:2،ص:100،101

[67] امیر علی، ملیح آبادی، مواہب الرحمن،ج:12،ص:206

[68] قصص القرآن،ج:1،ص:293

[69] الاسرائیلیات،ص:228،227

[70] تفہیم القرآن،ج:2،ص:393

[71] یوسف12:32

[72] ترجمان القرآن،ج:3،ص:846،845

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.